بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

پہنچے بلندیوں پہ جو اپنے کمال سے

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

ناپید ظلمتیں ہوئیں جن کے جمال سے

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

حُسنِ صفات ختم اُسی خوش خصال پر

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

درود اُس رسول پر اور اُس کی آل پر

اِنتسابُ

اپنی دادی امی، عائشہ حامد کے نام
جن کے نام کے سبب سے
مجھے عائشہ کے پوتے
ہونے کا اعزاز حاصل ہے

نذرانۂ عقیدت

امت مسلمہ کی بلند پایہ خاتون، اللہ کے محبوب کی اقلیم محبت کی ملکہ، پیکر عفت اور عظیم محسنہ امت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں کتاب کی شرف قبولیت کا طالب ہوں!

ہوں میرے ماں باپ قرباں اِس مقدس نام پر
عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
جن کے فرزندوں نے سیلِ بے کراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علم لہرائے روم و شام پر
جن کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جن کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایام پر
جن پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر
جن کو بخشا تھا پیغمبر نے حمیرا کا لقب
مہر و ماہ کی رونقیں قربان اُن کے نام پر
سیدالکونین ﷺ کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتا ہو دلِ صمصام پر
ہم گناہ گاروں کا شورؔش کون ہے اُن کے سوا
سرور کونین ﷺ کی رحمت ہو خاص و عام پر

(شورش کاشمیری)

امی جان!

میری محترم ومکرم امی جان!

میں جنت البقیع (بقیع الغرقد) کے احاطے میں اپنی چشم تصور کی حدِ عقیدت سے آپ کی قبر اطہر کو بوسا دیتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا ہوں!

امی محترم! آپ بہت ستائی گئیں...... آپ کی عظمت سے خائف اور آپ کے مقام ارفع کے منکرین، یعنی آپ ہی کے کچھ ''گمراہ بچوں'' نے آپ کی فصاحت، بلاغت، فقاہت، علم، حلم اور سب سے بڑھ کر قربتِ مرشدی کی بنا پر آپ کی تکریم و تعظیم کے بجائے آپ کی تحقیر و توہین (معاذ اللہ) میں ہدایت کو تلاش کیا جو کہ اندھیروں سے روشنی کی جاہلانہ اُمید کے سوا اور کچھ نہیں...... آپ کے اقوالِ مطہرہ اور افعالِ منزہ کی معنویت میں اُترنے کے بجائے حاسدین ہمیشہ اپنی اوقات پر اُتر آئے اور کبھی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا جہاں آپ کی ذاتِ پُر نور کو متنازعہ بنا کر اپنے عقائد کی عمارت بنانے کے لیے آپ ہی کی کسی بات کو بنیاد بنا کر بنیاد ہی ڈھانے کی سعی کی گئی ہو...... حیران ہوں اُن ''نوکروں'' اور ''غلاموں'' کی دیدہ دلیری پر کہ جو ''گھر والوں کی باتوں اور اُن کے معاملات'' پر اپنی ہی ''جنس'' کے لوگوں میں بیٹھ کر نہ صرف تبصرے کرتے ہیں بلکہ کج فہم اذہان سے سازشی قصے تخلیق کر کے اہل بیت اطہار اور ازواجِ مطہرات کو آمنے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں......

امی جان! یہ نہیں جانتے کہ آپ ہوں یا بی بی فاطمہؓ طاہرہ طیبہ!...... مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں یا یارِ غار ابو بکر صدیقؓ...... اِن میں سے جسے بھی اذیت پہنچائی جائے گی بلاشبہ اُس سے پہلے میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے گی، اور جس نے اللہ کے رسول کو اذیت پہنچائی اُس کے لیے قرآن کا اٹل فیصلہ ہے کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہے...... لہٰذا لعنت کے مستحق یہ جان ہی نہیں سکتے کہ مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آپ کی شفقت و محبت اور اُن کے قلبِ منور میں آپ کے لیے احترام و عزت کے قرینے سکھائے یا بسائے نہیں گئے بلکہ یہ ہستیاں تو تحفظ ایمان کی اُن منزلوں پر ہیں جہاں ان کی نگاہیں رسولِ اقدس کی پسند پر ہوتی ہیں اور یہ اُسی کو پسند کرتے ہیں جسے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند کیا، یہ اُن ہی کو چاہتے ہیں جنہیں سیدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا اور یہ اُن ہی

سے لڑتے ہیں جو مرشدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ سے لڑتے ہیں...... واللہ! میری اوقات نہیں! اور قسم اُن دس آیات کی جو آپ کی برائت میں اللہ نے نازل کیں کہ میں آپ کی نعلین کے تلے سے چمٹا ذرّے سے بھی زیادہ حقیر ہوں مگر قرآن نے آپ کو میری ماں قرار دیا ہے اور اِسی بنا پر اولاد ہونے کے ناطے یہ میری ذمے داری ہے کہ میں اپنی ماں کا مقدمہ لڑوں...... آپ کی باتوں کو دوسرا زاویہ بھی پیش کروں جو مجھے آپ ہی سے محبت کے سبب حاصل ہوا ہے...... آپ کے کردار کی پاکیزگی اور عفت وعصمت کی خوشبو سے ''تبرّے'' کی بدبو کو دُور کروں تا کہ روزِ حشر جب مجھے جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کیا جائے تو آپ اپنے سرتاج اور تاجِ شفاعت سے سجے دولہا سے یہ کہہ سکیں کہ ''اس گناہ گار کو اللہ سے کہہ کر چھڑا لیجیے کہ اِس نے میری تکذیب کرنے والوں کو ''تہذیب'' سے جواب دے کر مجھے آپ سے سفارش کا ''ذمے دار'' بنا دیا ہے...... اور میں جانتا ہوں کہ اللہ اپنے محبوب کی کوئی بات نہیں ٹالتا اور محبوب اپنے محبوب کی کوئی بات نہیں ٹالتے......

امی جان! یہ سطریں لکھتے ہوئے آنکھیں نم ہیں لیکن فخر ہے کہ آپ میری ماں ہیں، میں اپنے فہم اور عشق کو ملا کر آپ کی بارگاہ میں اِس کتاب کو نذرانۂ عقیدت بنا کر پیش کر رہا ہوں...... کہیں غلطی ہو گئی ہو تو بیٹا سمجھ کر معاف کر دیجیے گا...... آپ کی عمرِ مبارک کی آڑ لے کر مستشرقین، معاندین، ناقدین اور لکیر کے فقیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اعلیٰ پر (معاذ اللہ) رکیک حملے کرتے ہیں اِسی لیے میں نے آپ کے قولِ مبارک کو تاریخی تناظر میں پیش کر کے تحقیق کے سہارے گستاخ زبانوں کو لگام دینے کی کوشش کی ہے جو یقیناً مروجہ قول پر ایمان رکھنے والوں کے حلق سے اُترنا شاید مشکل ہو مگر ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر ہے اور یہ آپ ہی نے ہمیں سکھایا ہے اِسی لیے مجھے یقین ہے کہ آپ اِس معاملے میں سب سے زیادہ خوش ہوں گی اور آپ کی مسرت ہی میرے لیے جنت ہے......

امی جان! میری اس کاوش کو قبول فرمائیے......

امی جان! مجھے اپنی نگاہوں سے کبھی دُور نہ کیجیے گا......

امی جان! آپ کا پردہ بے مثال ہے لیکن میں مشتاق ہوں کہ آپ کی نعلین پاک کی زیارت کر سکوں، دیکھیے مایوس نہ کیجیے گا......

امی جان! اگر کسی بھی لفظ سے آپ کو تکلیف پہنچے یا وہ میری جہالت کا ترجمان ہو تو صرفِ نگاہ فرما کر معاف فرما دیجیے گا......

امی جان! بے غرض آپ کی ذات ہے، میری نہیں سو میں آپ سے ملتجی ہوں اور اپنی غرض بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میرے نامہ اعمال میں سیاہ کاریوں، بدکاریوں اور غلاظتوں کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں...... بس اس کیچڑ جیسے وجود میں حبِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ایک کنول کھلا ہے جو کہ کتابی شکل میں موجود ہے...... اِسے قبول کر کے میری اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش ضرور فرما دیجیے گا......

امی جان! آپ میرا ذمہ لے لیجیے...... کیونکہ میرے ذمے تو جو کچھ تھا میں نے اُسے نہیں نبھایا...... میں نے اپنے کسی عہد کو پورا نہیں کیا مگر آپ تو اُن کی حیاتِ پاک کی رفیقہ ہیں جو عہد پورے کرنے والوں میں سے ہیں، جنہوں نے شبِ ہجرت بھی امانتوں کا خیال رکھا اور پھر کچھ یوں ہوا کہ لوگوں کی امانتیں علی المرتضیٰؓ نے سنبھالیں اور اللہ کی امانت یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے بابا جان حفاظت میں لے کر نکلے...... میرا لباسِ حیات بھی تار تار ہے، سفارش کے دھاگوں سے اِسے رفو کرا دیجیے گا......

امی جان! ایک مرتبہ پھر معافی مانگتا ہوں...... اُن سب کی جانب سے بھی جنہوں نے آپ کو نہیں سمجھا اور اُن کی جانب سے بھی جو آپ کی محبت کے دعوے دار تو ہیں لیکن آپ کے مرتبے کو ''عورت'' کے ترازو میں تول کر اعزازِ ام المومنین کی رفعت تک پہنچ ہی نہیں پاتے اور زبان کی لغزشوں پر آپ سے ٹھیک طرح معافی بھی نہیں مانگ پاتے......

امی جان! اجازت دیجیے! آج شعبان المعظم ۱۴۳۹ ہجری کی سات تاریخ ہے...... شعبان ہی کا مہینہ تھا اور جنت البقیع کی وہی رات تھی جس نے آپ کے سبب ہم تک ''شب برأت'' پہنچا دی اور کیوں نہ پہنچتی کہ جو ''آیاتِ برأت'' کا تاج پہنے ہوئے اُسی کو ''شبِ برأت'' کی خبر دینا زیب دیتا ہے...... تو پھر میری بھی برأت ہو...... میری بھی برأت ہو...... میری بھی برأت ہو......

آپ کا غلام
عامر لیاقت حسین
۷ شعبان المعظم ۱۴۳۹ ہجری
احاطہ جنت البقیع (گنبد خضریٰ کے سامنے سے)

حُسنِ ترتیب

مقدمہ وتقاریظ

ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدمہ ـــــــ ڈاکٹر عامر لیاقت حسین 29

یہ بڑے نصیب کی بات ہے ـــــــ مفتی عبدالقادر 37

اک ماں کا مقدمہ ـــــــ عابد اسحاق 41

پہلا باب... حیات طیبہ

45

نام ونسب ـــــــ 47

شجرۂ نسب کی خطوط وار ترتیب ـــــــ 48

ام المومنین کے اہل خانہ کا مختصر تعارف ـــــــ 49

خاندانِ صدیقی کا اجمالی نقشہ ـــــــ 55

ولادتِ باسعادت ـــــــ 56

شکل وشباہت ـــــــ 56

رضاعت ـــــــ 57

بچپن ـــــــ 58

آغوشِ اسلام میں ـــــــ 59

تعلیم وتربیت ـــــــ 60

نکاح ـــــــ 61

مقدمہ و تقاریظ

ام المومنین کی سیرت پر مرتب کردہ زیرِ نظر تصنیف پر
ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے جذبات و تاثرات اور
اُن کی منفرد تحقیقی کاوش پر اہلِ علم کے تبصرے

پہلا باب

حیاتِ طیبہ

ایک جلیل القدر باپ کی نیکوکار بیٹی اور ایک عظیم المرتبت
شوہر کی اطاعت گزار بیوی کی مختصر مگر مکمل سرگزشتِ حیات
ولادت سے لے کر وصال تک پیش آنے والے واقعات
کائنات کی ایک مثالی خاتون کے مثالی طرزِ زندگی کا احوال

ام المومنین کا سفر زندگی...... مختصر مختصر

(Life of Umm-ul Momineen in Chronological Order)

- ۷ سال قبل از اعلان نبوت ______ سیدہ عائشہؓ بنت ابو بکرؓ بن ابی قحافہؓ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کی دنیا میں تشریف آوری
- ۱۱ نبوی (622ء) ______ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کی سعادت حاصل ہوئی
- ۱ ہجری (623ء) ______ ہجرت مدینہ کا شرف حاصل ہوا
- ۲ ہجری (624ء) ______ رخصت ہو کر حرم نبوی میں داخل ہوئیں
- ۶ ہجری (628ء) ______ ام عبداللہ کی کنیت اختیار کی...... واقعہ افک/ ایلاء وتحریم
- ۹ ہجری (631ء) ______ والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال
- ۱۱ ہجری (633ء) ______ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہری جدائی کا صدمہ سہا
- ۱۱ ہجری (633ء) ______ بھائی حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
- ۱۳ ہجری (635ء) ______ والد گرامی سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات
- ۳۵ ہجری (656ء) ______ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد قصاص کے لیے جدوجہد کا اعلان...... ادائیگی حج کے بعد مکہ مکرمہ سے بصرہ پہنچ گئیں
- ۳۶ ہجری (657ء) ______ جنگ جمل میں شرکت کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گئیں
- ۳۷ ہجری (658ء) ______ بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ اور حضرت محمد بن ابو بکرؓ کی وفات
- ۵۸ ہجری (678ء) ______ 76 برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملیں، جنت البقیع میں تدفین
- ۱۰۱ ہجری (720ء) ______ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ام المومنین سے مروی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرتب کرنے کا حکم جاری کیا

نام ونسب:

عائشہ نام......صدیقہ لقب......ام المومنین خطاب......ام عبداللہ کنیت......حمیرا اور صدیقہ لقب ہے......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کبھی بنت الصدیق اور کبھی پیار سے یا عائش کہہ کر بھی پکارتے تھے (جامع ترمذی)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی ہیں جن کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا......والد کی طرف سے ام المومنین کا سلسلۂ نسب ماہرین انساب نے اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) عائشة بِنت (۲) اَبی بکر صدیق (عبد اللہ) بِن (۳) اَبی قحافه عثمان بِن (۴) عامر بِن (۵) عمرو بِن (۶) كَعب بِن (۷) سعد بِن (۸) تیم بِن (۹) مُرّہ بِن (۱۰) كَعب بِن (۱۱) لُؤی بِن (۱۲) غَالِب بِن (۱۳) فِهر بِن (۱۴) مَالِك بِن (۱۵) نَضر بِن (۱۶) كِنَانه ...... (کتاب الاصابہ)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت زینب ام رومان تھا......والدہ کی طرف سے ام المومنین کا سلسلۂ نسب ماہرین انساب نے اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) عائشة بِنت (۲) ام رومان بِنت (۳) عامر بِن (۴) عویمر بِن (۵) عبد شمس بِن (۶) عتاب بِن (۷) اذینه بِن (۸) سبیع بِن (۹) دهمان بِن (۱۰) حارث بِن (۱۱) غنم بِن (۱۲) مَالِك بِن (۱۳) كِنَانه...... (کتاب الاصابہ)

اس طرح سلسلۂ نسب کی رُو سے والد کی جانب سے ساتویں آٹھویں پشت میں مرّہ پر اور والدہ کی جانب سے گیارہویں بارہویں پشت میں کنانہ پر آپ کا سلسلۂ نسب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے......

آپ کے شجرۂ طیبہ کی خطوط وار ترتیب کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

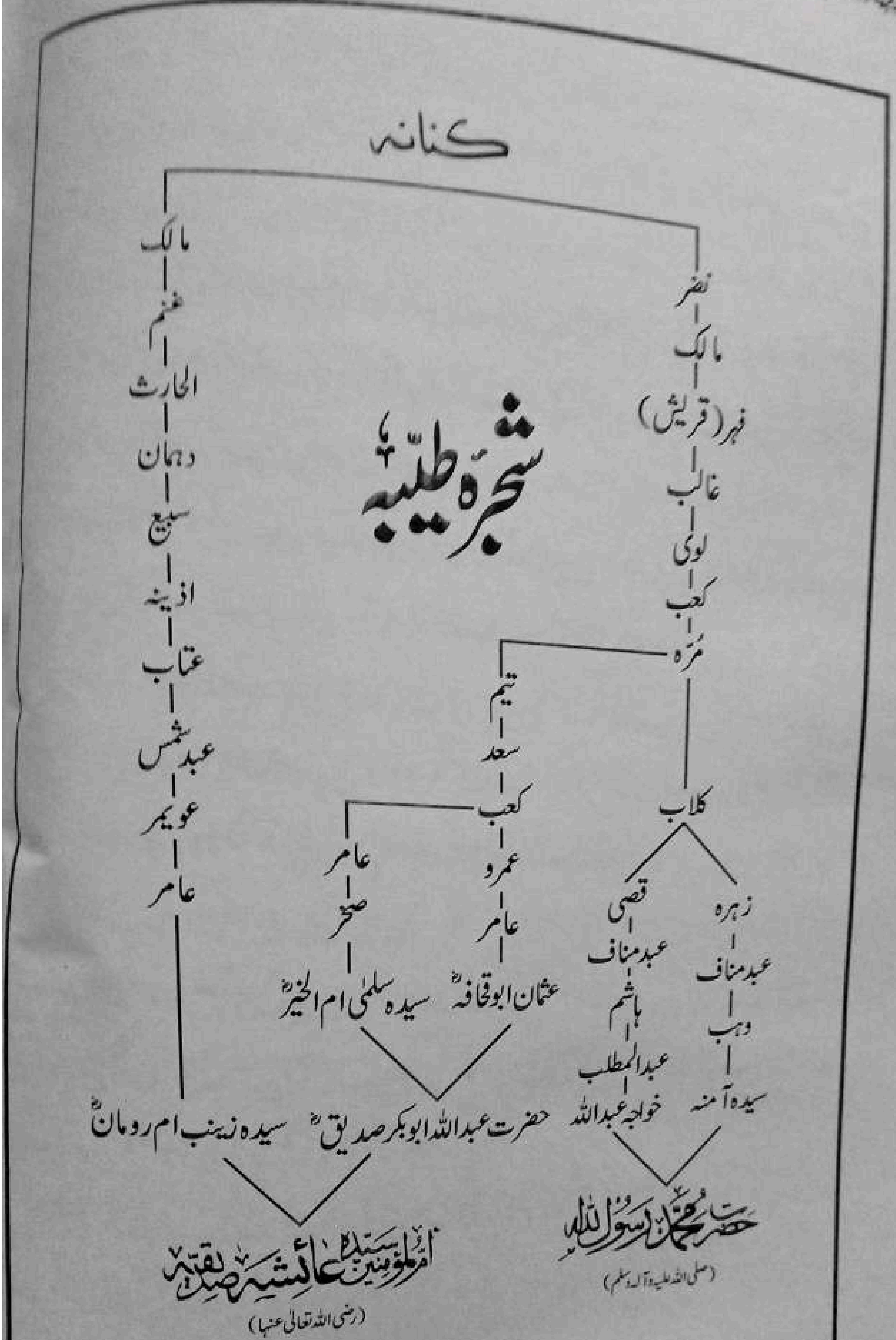
کنانہ
شجرۂ طیبہ
نضر
مالک
فہر (قریش)
غالب
لوی
کعب
مُرّہ
کلاب
زہرہ
عبد مناف
وہب
سیدہ آمنہ
قصی
عبد مناف
ہاشم
عبد المطلب
خواجہ عبد اللہ
حضرت محمد رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
تیم
سعد
کعب
عمرو
عامر
عثمان ابو قحافہ رضی اللہ عنہ
عامر
صخر
سیدہ سلمیٰ ام الخیر رضی اللہ عنہا
حضرت عبد اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
مالک
غنم
الحارث
دہمان
سبیع
اذینہ
عتاب
عبد شمس
عویمر
عامر
سیدہ زینب ام رومان رضی اللہ عنہا
ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ام المومنین کے اہل خانہ کا مختصر تعارف:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دادا حضرت عثمان ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دادی حضرت ام سلمیٰ ام الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زیور اسلام سے آراستہ ہوئے اور اِن ہی کے جلیل القدر فرزند صدیق اکبر (عبداللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی ہیں جن کا ایک لقب ''عتیق'' بھی تھا، کسی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: ''آپ کے والد کو عتیق کیوں کہتے ہیں؟'' تو فرمایا: ''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: '' هَذا عَتِيقُ اللهِ مِنَ النَّارِ '' (اللہ کا یہ بندہ آگ سے آزاد شدہ ہے)

ابوبکر آپ کی کنیت تھی اور عمر بھر اپنی کنیت ہی سے معروف رہے...... قریش کے دیگر معززین کی طرح آپ کا پیشہ بھی تجارت تھا، کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، وسیع اور کامیاب تجارت میں آپ کی جاذب نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کا بھی خاصا دخل تھا...... آپ کا رنگ سفید، بدن چھریرا، ڈاڑھی خش خشی، چہرہ شگفتہ، آنکھیں روشن اور پیشانی فراخ تھی، بہترین اخلاق کے مالک، رحم دل اور نرم خو تھے، ہوش وخرد، عاقبت اندیشی اور بلند فکر ونظر کے لحاظ سے مکے کے بہت کم لوگ آپ کے ہم پلہ تھے......

قلب سلیم پایا تھا، اس لیے بچپن سے ہی گمراہ کن اعتقادات اور رسوم وعادات سے بالکل الگ رہتے تھے...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میرے والد نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شراب کا قطرہ تک نہیں چکھا'' ...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے، علم الانساب کے بہت بڑے ماہر تھے...... قریش مکہ کے اہم خاندانوں کے نسب آپ کو ازبر یاد تھے اور ہر قبیلے کے عیوب ونقائص اور محاسن واوصاف سے بخوبی واقف تھے، اس وصف میں قریش یا کوئی فرد آپ کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا...... آپ خلیق، ایماندار اور ملنسار تاجر تھے، قوم کے تمام لوگ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور برتاؤ کے معترف تھے اور انہی فضائل کے باعث آپ سے بے حد محبت کرتے تھے......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی میں پانچ نکاح کیے جن میں سے تین اعلانِ نبوت

سے قبل اور دو اعلان نبوت کے بعد وقوع پذیر ہوئے (بحوالہ قومی ڈائجسٹ، صدیق اکبر نمبر)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولین زوجہ قتیلہ بنت العزیٰ تھیں، یہ مسلمان نہ ہوئیں بلکہ علیحدگی اختیار کر کے مکے میں دوسری شادی کر لی، یہ وہ خاتون ہیں جن کے بطن سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنم لیا......

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام صحابی تھے، دورانِ ہجرت جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار ثور میں مقیم تھے تو یہ ہر شب مکے کی خبریں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا کرتے تھے، اپنے والد کے حکم پر حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے، فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے، غزوہ طائف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں شریک جہاد تھے کہ تیر لگنے سے شدید زخمی ہو گئے، یہ زخم عارضی طور پر تو مندمل ہو گئے مگر یہی زخم خلافت صدیقی کے ابتدائی ایام میں ان کی وفات کا سبب بنے جبکہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس جہان فانی سے پردہ فرمائے ہوئے محض 40 روز ہی گزرے تھے، اِن کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ الرحمہ کا شمار جید تابعین میں ہوتا ہے......

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا، آپ نے ہجرت کے دوران اپنے جذبۂ خلوص کے صلے میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''ذات النطاقین'' کا لقب پایا، غار ثور میں کھانا لے کر آتی تھیں، ایک مرتبہ آپ زادراہ لے کر غار ثور روانہ ہوئیں، اس دوران دسترخوان کو باندھنے کے لیے رسی کی ضرورت پڑی تو جھٹ پٹ اپنا نطاق کھول کر اس کے دو ٹکڑے کیے ایک سے دسترخوان باندھا دوسرے سے مشکیزے کا منہ، اسی دن دربار نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا (نطاق ایک رومال ہے جس کو عرب عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر باندھتی تھیں) سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت منذر بن زبیر حضرت عاصم بن زبیر اور حضرت مہاجر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے کبار صحابہ اور حضرت خدیجہ بنت زبیر، حضرت ام الحسن بنت زبیر اور حضرت عائشہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہن جیسی عالی مرتبت صحابیات ان ہی والدین کے چشم و چراغ تھے......

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی تاریخ کا ایک نہایت اہم کردار ہیں، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بیٹا تصور فرماتی تھیں اور اِن ہی کے نام پر آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی، ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے یہ ہی پیدا ہوئے تھے، کافر طعنہ دینے لگے تھے کہ مسلمان بیبیاں یہاں آ کر بانجھ ہوگئیں، جب یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں چراغ جلتے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) میرے خیال میں اسماء (رضی اللہ عنہا) کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، تم لوگ اس کا نام نہ رکھنا جب تک میں نام نہ رکھوں چنانچہ اس بچے کا نام آپ نے عبداللہ رکھا اور کھجور چبا کر اپنے ہاتھ سے اس کے تالو پر ملی (جامع ترمذی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو گویا اپنا بیٹا بنالیا تھا اور ان کو دل و جان سے چاہتی تھیں، وہ بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری زوجہ حضرت ام رومانؓ بنت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ کنانہؓ کے خاندان فراسؓ سے تھا، اِن کے سابقہ شوہر عبداللہؓ بن حارث بن سنجرہ سے ان کے ایک صاحبزادے طفیلؓ بن عبداللہ تھے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی بھائی تھے، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر نامدار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ساتھ اسلام قبول کیا، یہ ہی وہ خوش نصیب خاتون تھیں جنہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیوں کو جنم دیا، واقعہ افک کے وقت بڑی صبرو استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ڈھارس بندھائی، زیادہ تر روایات اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ نے ۹ ھ میں وفات پائی (الاصابہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو قبر میں اتارا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعش جب قبر میں رکھی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور کہا کہ جو شخص حورانِ جنت کو دیکھنا چاہے اُسے چاہیے کہ وہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ لے (طبقات ابن سعد)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بلند پایہ صحابی تھے، جنگ حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے، قبل از اسلام ان کا نام عبدالکعبہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا، آپ کی بہادری مشہور تھی، آپ بہت بڑے تیرانداز، دلیر اور جنگجو تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور یمامہ کے سات بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا، زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوش مزاج واقع ہوئے تھے، اِن سے اکثر حدیثیں بھی منسوب ہیں، بنوامیہ کے دور حکومت میں مکہ مکرمہ سے دس میل دور ایک مقام پر وفات پائی پھر وہاں سے آپ کا جسد خاکی مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی، جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اِن کی وفات کی خبر پہنچی تو بارادۂ حج مکہ مکرمہ تشریف لائیں اور اپنے بھائی کی قبر پر بھی حاضری دی، روئیں اور المیہ اشعار پڑھے (جامع ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین فرزند تھے جن میں سب سے بڑے فرزند محمد ابوعتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا اور ان کی شمولیت سے صدیقی خانوادے کی چار پشتیں متواتر زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں داخل ہوئیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

دیگر صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رحمھم اللہ کا شمار مشہور تابعین میں ہوتا ہے......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری زوجہ ام بکر تھیں جن کا تعلق قبیلۂ کلب سے تھا، انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، اسی لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں طلاق دے دی، اِن سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی اولاد کا تذکرہ کتب میں موجود نہیں......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوتھی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی کنیت ام عبداللہ تھی اور یہ اسلام کے ابتدائی ایام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارارقم میں قیام سے قبل ہی مسلمان ہو چکی تھیں، اولین مہاجرات میں سے ہیں، آپ نے اپنے پہلے شوہر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی، جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے غزوۂ موتہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تو پھر یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئیں اور یہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا......

حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی قعد ۱۰ ھ میں ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوئے، آغوشِ مرتضوی میں پروان چڑھے، بعض نے آپ پر یہ الزام لگایا ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں آپ بھی شامل تھے مگر علامہ ابن عبدالبر علیہ الرحمہ نے اس کی سختی سے تردید کی ہے اور لکھا ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن ذرا بھی تر نہیں ہوا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے جب یہ کہا کہ محمد اگر تیرا باپ تجھ کو اس حال میں دیکھتا تو ہرگز اسے پسند نہ کرتا تو اُن کی یہ بات سن کر حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً باہر نکل گئے تھے (کتاب الاستیعاب)

۳۷ ھ میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں والیِ مصر مقرر کیا، آپ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو بہت غم زدہ ہوئیں، حضرت محمد

بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے کا نام قاسمؒ تھا اس لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کو ابوالقاسم کہا کرتی تھیں، بھائی کی وفات کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اِس بھتیجے کو اپنی تربیت میں لے لیا، ام المومنین کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت قاسم علیہ الرحمہ کا شمار اپنے عہد کے جید فقہاء میں ہوتا ہے......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچویں زوجہ حضرت حبیبہؓ بنت خارجہ الانصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کے بطن سے ایک صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد پیدا ہوئیں اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آئیں (البدایہ والنہایہ)

کتب احادیث میں اِن سے متعدد روایات منقول ہیں، جابرؓ بن حبیب، طلحہؒ بن یحییٰ اور مغیرہؒ ابن حکیم وغیرہم نے ان کی سند سے روایات بیان کی ہیں......

قارئین کی معلومات کے پیش نظر یہاں نقشہ پیش کیا جارہا ہے جس میں خاندانِ صدیقی کی خطوط وار ترتیب مع قرابت ظاہر کی گئی ہے......

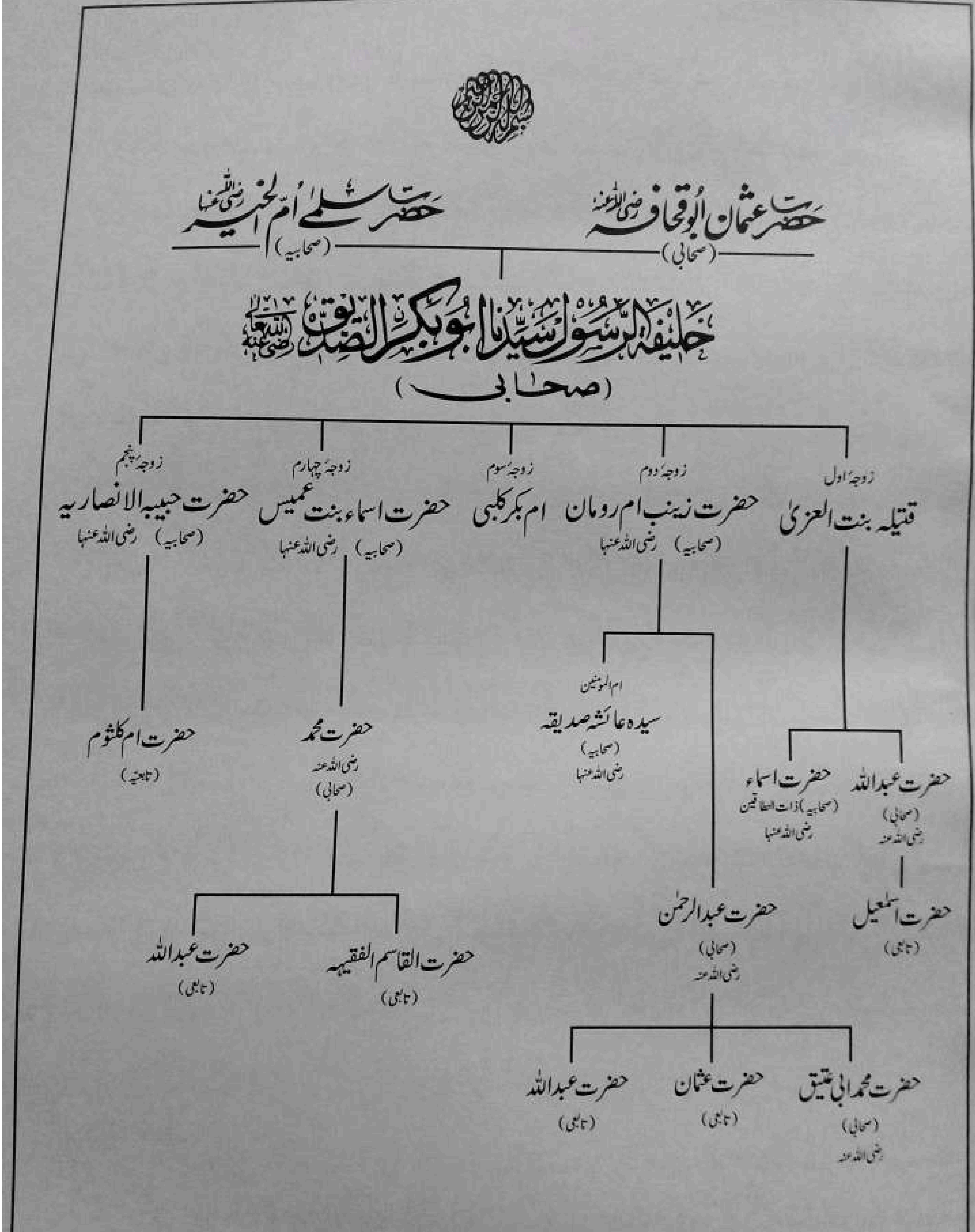
بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت عثمان ابو قحافہ رضی اللہ عنہ
(صحابی)
حضرت سلمیٰ ام الخیر رضی اللہ عنہا
(صحابیہ)
خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(صحابی)
زوجۂ اول
قتیلہ بنت العزیٰ
زوجۂ دوم
حضرت زینب ام رومان
(صحابیہ) رضی اللہ عنہا
زوجۂ سوم
ام بکر کلبی
زوجۂ چہارم
حضرت اسماء بنت عمیس
(صحابیہ) رضی اللہ عنہا
زوجۂ پنجم
حضرت حبیبہ الانصاریہ
(صحابیہ) رضی اللہ عنہا
حضرت عبداللہ
(صحابی)
رضی اللہ عنہ
حضرت اسماء
(صحابیہ) ذات النطاقین
رضی اللہ عنہا
حضرت اسمٰعیل
(تابعی)
ام المؤمنین
سیدہ عائشہ صدیقہ
(صحابیہ)
رضی اللہ عنہا
حضرت عبدالرحمٰن
(صحابی)
رضی اللہ عنہ
حضرت محمد ابی عتیق
(صحابی)
رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان
(تابعی)
حضرت عبداللہ
(تابعی)
حضرت محمد
رضی اللہ عنہ
(صحابی)
حضرت القاسم الفقیہ
(تابعی)
حضرت عبداللہ
(تابعی)
حضرت ام کلثوم
(تابعیہ)

ولادت باسعادت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سالِ ولادت بھی سالِ نکاح ورخصتی کی طرح مشتبہ ہے اس حوالے سے تفصیلی بحث اسی کتاب میں ''تحقیق عمر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کے باب میں آپ کو مل جائے گی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اعلان نبوت سے چند برس قبل اس دنیا میں تشریف لے آئیں تھیں...... اس امر کی سب سے بڑی شہادت خود سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں آپ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انہیں مسلمان ہی پایا (صحیح بخاری) دیکھایا جانا نہیں بلکہ پہچانا! دیکھئے، جاننے یا پہچاننے کے فرق پر غور کرنے سے یہ ہی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ کی ولادت اعلانِ نبوت سے پہلے ہی ہو چکی تھی......

ام المومنین کی ولادت کا اعزاز جس مقام کو حاصل ہوا اس کا نام اب مسفلہ یا منقلہ ہے جو کہ مکہ معظمہ میں واقع ایک محلے کا نام ہے...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مولد اسی محلے کو بتایا جاتا ہے...... آج سے تقریباً ایک صدی قبل برصغیر کے ایک زائر مولوی محمد عبدالرحیم اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ وہ جگہ جہاں خلیفہ اول پیدا ہوئے تھے دارِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا قبۂ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہے...... یہ مکان وسیع ہے اس میں ایک بڑا گنبد ہے...... مکان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے...... ایک حصہ صحن ہے اور دوسرا حصہ جس پر گنبد ہے وہ جائے ولادت ہے...... گنبد کے اندر جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی وہاں اب ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے (سفرنامہ مولوی محمد عبدالرحیم، طبع ہند)

شکل وشباہت:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حلیے اور ظاہری وضع وقطع کے حوالے سے کتب احادیث میں جو روایات موجود ہیں اُن سے ام المومنین کا جو نقش ذہنوں میں ابھرتا ہے وہ کچھ یوں ہے:

☆ لڑکپن میں دبلی پتلی تھیں (صحیح بخاری)

☆ تیرہ چودہ برس کی عمر تک صحت مند ہو چکی تھیں (سنن ابی داؤد)

☆ رنگ سرخ وسپید تھا (مسند احمد)

☆ خوش رُو وخوش جمال تھیں (مسند احمد)

رضاعت:

ام المومنین کی رضاعت کے حوالے سے ایک روایت تو یہ بیان ہوئی ہے کہ ماں باپ نے آپ کو دودھ پلانے کے لیے وائل کی بیوی کا انتخاب کیا، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے ابوالقعیس کی بیوی کا انتخاب ہوا، علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابوالقعیس اور وائل ایک ہی شخص کے دونام ہیں دراصل وائل کی کنیت ابوالقعیس تھی (کتاب الاصابہ)

بعض محدثین لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی چچا فلح اسی وائل کے بھائی تھے اور اِس امر کی تصدیق صحیح بخاری میں منقول ایک حدیث کے مفہوم سے بھی ہوتی ہے جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے رضاعی چچا میرے یہاں آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت نہیں دی اور کہا کہ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ پوچھ لوں گی (اجازت نہیں دے سکتی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ بات پوچھی، فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں انہیں اندر بلا لیا ہوتا...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رضاعت کا رشتہ تو اُس عورت سے ہے جس نے مجھے دودھ پلایا، کسی مرد سے اس بات کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے (رضاعی) چچا ہیں انہیں تمہارے پاس آنے میں کچھ مضائقہ نہیں (صحیح بخاری)

بچپن:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچپن عام بچوں سے ممتاز تھا اور اُن کے بچپن میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جن سے ان کی ذہانت اور عقل مندی کا پتہ لگا لینا مشکل نہیں تھا، خوبصورت معصوم چہرہ اور دل لبھانے والی طبیعت یہ دونوں ایسی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے والدین ان سے غیر معمولی محبت کرتے تھے، وہ اپنی اِس ہونہار بچی کی ہر ایک ادا کو بڑے پیار سے دیکھتے تھے اور اس کی بلند ہمتی، بلند خیالی اور غیر معمولی حافظے کو دیکھ کر یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ضرور ایک روز معزز اور ممتاز ہستی بنے گی، بچپن اور لڑکپن کے زمانے کی ایک ایک بات آپ کو یاد تھی، اسلامی تاریخ کے ابتدائی واقعات کا تسلسل جتنا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حافظے کا ممنون ہے کسی دوسرے صحابی کا نہیں...... بچپن کے واقعات کو مکمل صحت کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ سے آپ کی کم سنی کو جواز بنا کر بعض مؤرخین نے جو گل کھلائے ہیں ان کے پیش نظر اس موضوع پر زیادہ تفصیل غیر ضروری مباحث میں آتی ہے بہر حال اس بات کے اظہار کے لیے کہ ممتاز ہستیوں کا بچپن کا زمانہ بھی ممتاز ہوتا ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی روایت سے بچپن کا ایک واقعہ رقم کیا جاتا ہے......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، اِن ہی گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر پوچھا، عائشہ کیا گھوڑوں کے بھی پر ہوتے ہیں؟ اس پر میں نے برجستہ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تو تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اس بے ساختہ جواب پر اتنا تبسم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک کشادہ ہو گئے (سنن ابی داؤد/ طبقات ابن سعد)

اس واقعے سے کم سنی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فطری حاضر جوابی اور دینی امور سے آگاہی کا علم تو ہوتا ہے مگر اس سے کہیں یہ اشارہ نہیں ملتا کہ یہ آپ کے حریم نبوت میں آمد کے بعد کا واقعہ

ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزیز ترین دوست تھے اور اکثر وبیشتر آپ کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے، عین ممکن ہے کہ یہ بچپن کی روایت اسی دور کی یادگار ہو، اس کی تصدیق اُن کلمات سے بھی ہوتی ہے جو خود ام المومنین ہی سے مروی ہیں، آپ فرماتی ہیں کہ جب سے مجھے عقل آئی تو میں نے اپنے والدین کو اسلام پر پایا اور یہ دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ صبح وشام ہمارے گھر تشریف لاتے تھے (صحیح بخاری)

بچپن کا ایک تقاضا کھیل کود بھی ہے جن سے بچوں کی نشو ونما بھی ہوتی ہے اور جودتِ طبع کا اظہار بھی ہوتا ہے تاہم ام المومنین صرف اُن کھیلوں میں حصہ لیتی تھیں جن سے بے ہودگی نہیں بلکہ سادگی اور متانت کا اظہار ہوتا ہے، کتب احادیث میں تحریر ہے کہ تمام کھیلوں میں آپ کو دو کھیل سب سے زیادہ پسند تھے ایک تو گڑیاں کھیلنا اور دوسرے جھولا جھولنا (مسند ابی داؤد)

آغوشِ اسلام میں:

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دنیا میں تشریف لائیں تو اپنے گرد ایسے لوگوں کا ہجوم پایا جو تمام کے تمام دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے (صحیح بخاری)

علامہ ابن اسحٰق، حافظ ابن ہشام اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ کی بیان کردہ روایات کی رُو سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلانِ نبوت کے پہلے برس اپنے دیگر اہل خانہ کے ساتھ دولتِ ایمان سے اپنا دامن بھر چکی تھیں (سیرت ابن اسحاق/ سیرت ابن ہشام/ شرح زرقانی)

بیشتر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اسلام میں ابتدائی طور پر داخل ہونے والے افراد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نمبر سترہ سے بیس کے درمیان تھا، علامہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لانے والی اٹھارویں فرد تھیں، یہ بات مؤرخین نے نہایت وثوق کے ساتھ لکھی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے چالیسویں فرد ہیں

اور آپ بعثت کے پہلے برس ایمان لائے جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار اُن نفوس میں ہوتا ہے جو تبلیغ اسلام کے ابتدائی ایام میں ہی دولت اسلام سے بہرہ ور ہو چکی تھیں......

تعلیم و تربیت:

عہد جاہلیت میں سرزمین عرب پر مردوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا تو عورتوں میں کیا ہوتا، اعلان نبوت کے وقت قریش میں صرف سترہ آدمی لکھ پڑھ سکتے تھے ان میں شفاء بنت عبداللہ عدویہ صرف ایک عورت تھیں (فتوح البلدان)

لیکن اس کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد کو ضروری تعلیم سے آراستہ کیا، آپ اپنی اولاد کی تربیت میں نہایت سخت تھے، اپنے بیٹے عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خطا پر کہ انہوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلا دیا، ایک دفعہ مارنے کو تیار ہو گئے تھے (صحیح بخاری)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معلم اول والد گرامی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن سے آپ نے تاریخ وادب اور علم انساب کی تعلیم حاصل کی تھی (مسند احمد)

امام حاکم لکھتے ہیں کہ شاعری کا ذوق بھی آپ کو والد ہی سے ورثے میں ملا تھا (مستدرک حاکم)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی کی تربیت کبھی نرمی اور کبھی سختی سے اس طرح فرمائی تھی کہ آپ میں فرماں برداری کا خاص عنصر پیدا ہو گیا تھا، شادی کے بعد بھی آپ اپنے والد گرامی سے ڈرا کرتی تھیں (صحیح مسلم)

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ام المومنین لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھیں تاہم رخصتی کے بعد آپ نے پڑھنا سیکھا، قرآن دیکھ کر پڑھ لیتی تھیں (صحیح بخاری)

بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھنا تو جانتی تھیں لیکن آپ کو لکھنا نہیں آتا تھا جیسا کہ احادیث میں بھی بیان ہوا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے

قرآن کی کتابت اُن کے غلام ابو یونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے تھے (مسند احمد)

لیکن بعض روایات میں مذکور ہے کہ "فلاں خط کے جواب میں انہوں نے یہ لکھا" (مستدرک حاکم)

بہر حال لکھت پڑھت تو انسان کی ظاہری تعلیم ہے، حقیقی تعلیم و تربیت کا معیار اس سے بدرجہا بلند ہوتا ہے، انسانیت کی معراج، اخلاق کی بلندی، ضروریات دین سے واقفیت، اسرار شریعت کی آگاہی، کلامِ الٰہی کی معرفت، احکام نبوی کا علم ہی اصل تعلیم ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس تعلیم سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھیں، دینی علوم کے علاوہ تاریخ، ادب اور طب میں بھی آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی (مسند احمد)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم و تربیت کا اصلی زمانہ ویسے بھی رخصتی کے بعد سے ہی شروع ہوتا ہے، اب دینی علوم کی تحصیل کا جو موقع آپ کو میسر آیا شاید ہی کسی اور کو آیا ہو، معلم شریعت خود گھر میں تھے اور شب و روز اُن کی رفاقت میسر تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وارشاد کی محافل روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں جو حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بالکل ملحق تھی، اس بناء پر آپ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے تھے اُس میں شریک رہتی تھیں، اگر کبھی فاصلے کی وجہ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجرے میں تشریف لاتے تو دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں (مسند احمد)

نکاح:

مکہ مکرمہ کے قدیم قبرستان جنت المعلیٰ سے لوگوں کا ایک خاصا بڑا ہجوم آ رہا تھا، سب خاموش، چپ اور افسردہ تھے، یہ لوگ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زندگی کی آخری منزل پر پہنچا کر آ رہے تھے، آج اُن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پچیس سالہ دنیاوی ناطہ ٹوٹ گیا تھا، سب سے آگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور

آپ کے پیچھے آپ کے عشاق و جاں نثار تھے، ہجوم آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا، اب اُن کے مقدس چہرے واضح اور روشن نظر آ رہے تھے جن پر غم و اندوہ کی طویل خاموشی محیط تھی اور پھر وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی طرف مڑ گیا جہاں اُن کی معصوم بچیاں ماں کی جدائی میں غم کا پیکر بنی بیٹھی تھیں، وہ کم سن تھیں اور قدم قدم پر انہیں ماں کی ضرورت تھی، ماں کے پیار کی ضرورت تھی، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منصب رسالت کی بہت بڑی ذمے داری تھی جو آپ کو نبھانا تھی اور ہر حال میں نبھانا تھی، بڑی صاحب زادیاں سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن تو خیر سے اپنے گھر کی ہو چکی تھیں لیکن مسئلہ سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا تھا جنہیں توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت تھی، اِس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک ایسی خاتون خانہ کی ضرورت تھی جو نہ صرف بچیوں کو ماں کی محبت دے سکے بلکہ آپ جب گھر تشریف لائیں تو باعثِ راحت وسکون ہو......

چچا ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد مشرکین مکہ نے اپنی ایذا رسانیوں میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو ناہنجار و بدقماش لوگ راستے میں بیٹھ جاتے اور آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکتے مگر آپ بڑے پُروقار انداز سے اُن مقامات سے گزر جاتے، جب گھر تشریف لاتے تو بیٹیاں باپ کے چہرۂ اقدس اور سر مبارک کو دیکھتیں جو گرد و غبار سے اٹا ہوتا تو اُن کے معصوم دل تڑپ اٹھتے اور رخساروں پر آنسو بہنے لگتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اِس حال میں دیکھتے جن کی ماں کا صرف چند روز پہلے وصال ہوا تھا تو اُن سے پیار کرتے اور فرماتے: ''روؤ نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا'' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ جاتے اور بچیاں باپ کا سر دھونے لگتیں، کبھی سیدہ ام کلثوم اور کبھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن یہ خدمت سرانجام دیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کی تمام ایذا رسانیوں کو بھول جاتے، بہر حال حالات تقاضا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب دوسری شادی کر لیں۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ دوسرا نکاح کر لیں''، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کس سے؟'' حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''بیوہ اور کنواری دونوں طرح کے رشتے ہیں جسے پسند فرمائیں، بیوہ تو حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور کنواری آپ کے قریب ترین دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں جگہ بات کرو'' (مسند احمد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی سے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام دیا، یہ مرحلہ کس طرح طے پایا یہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی زبانی سنیے:

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئی اور اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے کس قدر بھلائی اور بہتری کا سامان بہم پہنچایا، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر پوچھا کہ وہ کیا؟ میں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا ہے، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پیغام پر نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں، تھوڑی دیر انتظار کر لو، وہ آتے ہی ہوں گے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، میں نے اُن سے بھی وہ ہی کچھ کہا جو حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تھا، اُنہوں نے میری بات سن کر حیرت سے پوچھا کہ کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی ہے......

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ دوسرا نکاح کرلیں''، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کس سے؟'' حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''بیوہ اور کنواری دونوں طرح کے رشتے ہیں جسے پسند فرمائیں، بیوہ تو حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور کنواری آپ کے قریب ترین دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں جگہ بات کرو'' (مسند احمد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی سے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام دیا، یہ مرحلہ کس طرح طے پایا یہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی زبانی سنیے:

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئی اور اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے کس قدر بھلائی اور بہتری کا سامان بہم پہنچایا، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر پوچھا کہ وہ کیا؟ میں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا ہے، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پیغام پر نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں، تھوڑی دیر انتظار کرلو، وہ آتے ہی ہوں گے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، میں نے اُن سے بھی وہ ہی کچھ کہا جو حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تھا، اُنہوں نے میری بات سن کر حیرت سے پوچھا کہ کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی ہے......

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لیے تشریف لے آئیں چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے اپنی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا (مسند احمد/سنن بیہقی / تاریخ طبری)

اگرچہ بیشتر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ 6 برس کی تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالۂ نکاح میں آئیں اور 9 برس کی عمر میں رخصتی عمل میں آئی اور جب سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو اُس وقت آپ کی عمر 18 سال تھی......

یہ عام روایت کی رُو سے ہے لیکن بعض مورخین نے اس سے اختلاف کیا ہے اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 16 یا 17 سال اور رخصتی کے وقت 19 سال تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ کی عمر 27 یا 28 برس تھی......

مہر کی رقم:

امام مسلم اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر ہوا تھا، آپ کے علاوہ دوسری ازواجِ مطہرات کے مہر بھی پانچ سو درہم مقرر ہوئے تھے (صحیح مسلم/ مسند احمد)

مہر کے متعلق حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا کتنا مہر بندھا تھا، آپ نے فرمایا بارہ اوقیہ اور ایک نُش، پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ نُش کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا کہ نُش نصف اوقیہ کا ہوتا ہے (صحیح مسلم/ طبقات ابن سعد)

اس لحاظ سے ام المومنین کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ بنتا ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم پر مشتمل ہوتا ہے

اس حساب سے بھی مہر کی مجموعی رقم پانچ سو درہم ہی بنتی ہے البتہ علامہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ چار سو درہم مہر مقرر ہوا تھا جبکہ علامہ ابن سعد کی ایک دوسری روایت جو حضرت عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اُس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک مکان دیا تھا جس کی قیمت 50 درہم تھی (طبقات ابن سعد)

لیکن زیادہ تر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ کا مہر پانچ سو درہم ہی مقرر ہوا تھا......

مدینہ منورہ میں تشریف آوری:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کو تقریباً سوا دو برس گزرے تھے کہ ہجرتِ مدینہ کا تاریخ ساز واقعہ پیش آ گیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ بلاناغہ صبح یا شام کو ہمارے گھر تشریف لاتے تھے، ایک دن آپ خلافِ معمول چہرۂ مبارک چادر سے لپیٹے بوقت دوپہر ہمارے گھر تشریف لائے، اُس وقت میں اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: ''اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ذرا لوگوں کو ہٹا دو میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں'' ام المومنین فرماتی ہیں کہ یہ بات سن کر میرے والد نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہاں کوئی غیر نہیں، آپ ہی کے اہل خانہ ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو فرمائی اور ہجرت کا ارادہ ظاہر فرمایا، میرے والد نے یہ خوشخبری سنی تو وہ جذباتی ہو گئے اور فرطِ مسرت سے اُن کے آنسو نکل پڑے، پھر میں نے اپنی بہن کے ساتھ مل کر سامانِ سفر درست کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے (صحیح بخاری)

اِس سے آگے کی روداد بعض سیرت نگاروں نے کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ذرا اطمینان ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو لانے کے لیے ایک

انصاری شخص عبداللہ بن اریقط کو دو یا تین اونٹ دے کر مکہ روانہ کیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہلا بھیجا کہ مدینے آجائیں چنانچہ وہ اپنی والدہ اور دونوں بہنوں کو لے کر مکے سے روانہ ہوئے، اتفاق سے جس اونٹ پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں، وہ بھاگ نکلا اور اس زور سے دوڑا کہ ہر لمحہ یہ ڈر تھا کہ پالان اب گرا کہ تب گرا، حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی پرواتو نہ تھی لیکن لخت جگر کے لیے زار و قطار رونے لگیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک آواز سنی کہ اس کی رسی پھینک دو، چنانچہ میں نے اونٹ کی رسی پھینک دی اور وہ اُسی وقت ٹھہر گیا اور واپس پلٹ آیا (مجمع الزوائد/معجم الکبیر طبرانی)

اپنی صاحبزادی کو صحیح سلامت دیکھ کر حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جان میں جان آئی اور پھر یہ قافلہ بالآخر خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ پہنچ گیا، اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محلّہ بنو حارثؔ بن خزرج کے ایک مکان میں اقامت اختیار کی ہوئی تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے دیگر اہل خانہ کے ساتھ وہاں مقیم ہوگئیں (سنن ابی داود/طبقات ابن سعد)

علالت:

علامہ ابن سعد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مدینے کی آب وہوا کے عادی ہونے میں لوگوں کو تھوڑا وقت لگا، بہت سے مہاجرین بیمار ہوگئے، اِن مہاجرین میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے (طبقات ابن سعد)

علالت کے دنوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے والد کی بھرپور تیمارداری کی اور جب والد صحت یاب ہوئے تو خود بستر سے لگ گئیں، شدید موسمی بخار نے آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور مرض نے اتنا طول پکڑا کہ از حد کمزور ہوگئیں، سر کے بال اتنے جھڑے کے کانوں کی لوؤں تک رہ گئے (صحیح بخاری)

چھ ماہ اسی بیماری میں گزر گئے، جب بیماری سے شفایاب ہوئیں تو آپ کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹی کی رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا، آپ نے اپنے شوہر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس موضوع پر بات کی یوں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی رخصتی کا ارادہ فرمایا......

رخصتی کے بعد حرم نبوی میں آمد:

مدینہ منورہ میں قیام کو تقریباً سات یا آٹھ ماہ گزرے تھے کہ ایک روز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب آپ اپنی اہلیہ کو اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے، آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے. گذارش کی کہ میری دولت قبول ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی پانچ سو درہم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرض لے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھجوا دیے (طبقات ابن سعد)

اس واقعے سے اُن لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو مہر کو محض دنیا کا وہ فرض سمجھتے ہیں جو ادائیگی کی ضرورت سے بے نیاز ہے، مہر بہر صورت عورت کا حق ہے اور اُس کو ملنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طرز عمل کہ جب تک آپ نے مہر ادا نہ کیا اُس وقت تک سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رخصت نہیں کرایا، دراصل مہر کی اہمیت کو اجاگر کر رہا ہے اور قرآن مجید کی اس آیۂ مبارکہ کی تعمیل میں ہے جس میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ...... (اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دیا کرو)

مہر ادا ہو جانے کے بعد صحابیات کی ایک جماعت اور قبیلہ بنو اشہل کی معزز خواتین دلہن کے گھر پہنچیں، سیدہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹی کو بلوا کے منہ دھلوایا اور کنگھی سے بال سنوار کے صدیقہ

کائنات کو اس کمرے میں پہنچا دیا جہاں خواتین ان کی منتظر تھیں، اُن خواتین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ صدائیں بلند کیں:

عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرًا

(آپ کی آمد خیر و برکت کے ساتھ ہو اور باعث سعادت ہو)

ان ہی بابرکت صداؤں کی گونج میں ہادئ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے......

(صحیح بخاری/صحیح مسلم)

نہ شور شرابا نہ نمود و نمائش اور نہ کوئی اور ظاہر داری، یہ کائنات کی عظیم ترین ہستی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مقدس ترین خاتون سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی تھی، بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام المومنین کے ساتھ عقد خاص حکمت الٰہی کے تحت منعقد ہوا تھا اور شمس و قمر کے اس حسین اجتماع کا اہتمام صاحب لوح و قلم نے اپنی مشیّتِ خاص سے فرمایا تھا، اس تقریب پُر نور پر کائنات کا گوشہ گوشہ خنداں و فرحاں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقی اہل بیت نے اس موقعے پر جس سادگی اور متانت کا اظہار فرمایا وہ امت محمدیہ کے لیے متاعِ اسوہ کا گراں بہا تحفہ ہے......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی ایک سہیلی حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس موقع پر یہ خاص اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی والے دن انہیں دلہن بنایا تھا اور اُنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں لے کر آئی تھیں اُس وقت سے اُنہیں ''عائشہ کی اسماء'' اور ''عائشہ کو سنوارنے والی اسماء'' کہا جانے لگا...... وہ اس تقریب سعید میں ضیافت کی روداد اس طرح بیان کرتی ہیں:

''سسرال میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت دودھ کے ایک پیالے سے ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا دودھ نوش فرما کر باقی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف

بڑھا دیا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں چند گھونٹ پی لیے اور بچا ہوا دودھ وہاں پر موجود خواتین اور سہیلیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے پی لیا'' (مسند احمد/ مجمع الزوائد/ معجم الکبیر طبرانی)

اس کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی اور آپ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زینت بن گئیں......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میری رخصتی میں نہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا اور نہ کوئی بکری، البتہ ایک پیالہ تھا جسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا (صحیح بخاری/ مسند احمد/ صحیح ابن حبان/ مجمع الزوائد)

اِن روایات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح، مہر، رخصتی، غرض ہر رسم نہایت سادگی سے ادا کی گئی تھی جس میں تکلف، آرائش اور اسراف کا نام تک نہیں تھا حالانکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارانِ قریش میں بہت بلند مقام رکھتے تھے اور اُن کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن اسلامی تعلیمات نے زندگی میں وہ انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ ہر نعمت کو اللہ کی امانت سمجھ کر راہِ الٰہی میں مخلوق خداوندی کے لیے خرچ کیا جاتا تھا، اپنی آسائش اور عشرت کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی جاتی تھی یہ ہی وجہ ہے کہ اپنی پیاری بیٹی کو نہ عروسی لباس پہنایا نہ زیور سے آراستہ کیا اور نہ جہیز کی مد میں کوئی خاص سامان دیا، ویسے بھی جس خاتون کو فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرفِ زوجیت میسر آ جائے اُسے کس نعمت کی احتیاج ہو سکتی ہے اور جس جاں نثار کا تن من دھن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف ہو چکا ہو اُسے دنیاوی آسائش کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟

یہاں اس امر کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی تقاریب ماہ شوال میں منعقد ہوئیں جس نے ایک قدیم رسم کی اصلاح کر دی، عرب میں ایک مرتبہ ماہ شوال میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس سے بہت جانی نقصان ہوا تھا، اُس وقت سے عرب اس

مہینے کو منحوس سمجھتے تھے اور اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے تھے (طبقات ابن سعد)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح اور رخصتی نے ماہ شوال کی توہماتی نحوست دور کردی اور اُس وقت سے ماہ شوال میں شادیاں ہونے لگیں، آج مسلمانانِ عالم اس ماہ کو بڑا مبارک سمجھتے ہیں اور اس میں نکاح کو مسنون سمجھ کر کرتے ہیں......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شوال کے مہینے میں اس قسم کی تقریبوں کو پسند کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میری شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کون سی بیوی میرا مقابلہ کرسکتی ہے (یعنی میرے اس امتیازی وصف کی برابری کس طرح ہوسکتی ہے)

(صحیح مسلم/ جامع ترمذی/ مسند احمد)

ایک اور جاہلانہ رسم جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقد سے ختم ہوئی وہ یہ تھی کہ اس سے قبل اہل عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی جائز نہیں سمجھتے تھے یہ ہی وجہ ہے کہ جب حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا تو اُنہوں نے حیرت سے کہا کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا:

اَنْتَ اَخِی فِی الْاِسْلَامِ (تم میرے صرف اسلامی بھائی ہو)

یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہوگئے اور شادی پر آمادگی ظاہر کردی......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے عرب کی ایک اور بے ہودہ اور لغو رسم کا خاتمہ ہوا......عرب میں زمانۂ قدیم سے دستور تھا کہ دلہن کے آگے آگے آگ جلاتے تھے اور یہ بھی رسم تھی کہ شوہر اپنی بیوی سے پہلی ملاقات محمل کے اندر کرتا تھا، امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ان رسوم کی پابندی بھی اس تقریب میں ٹوٹی (صحیح بخاری)

اِس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تقریب عالم انسانیت کے لیے ہر لحاظ سے نہایت بابرکت ثابت

ہوئی اور کائنات کے اس عظیم جوڑے کے عقد نے عہد جاہلیت کی تین مروجہ مصنوعی پابندیوں کا مستقل خاتمہ کر دیا.....

اقامت گاہ:

رخصتی کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قیام کسی بلند و عالیشان محل میں نہ تھا، بنی نجار کے محلے میں مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے اِن ہی میں سے مسجد نبوی کی شرقی جانب واقع ایک چھوٹا سا حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسکن بنا (صحیح بخاری)

اس حوالے سے علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی سے متصل حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکانات تھے، جب کسی زوجہ مطہرہ کی تشریف آوری ہوتی تو وہ اپنا مکان خالی کر دیتے تھے، یہ مکانات بہت ہی سادگی کے ساتھ بنائے گئے تھے، ان ہی میں سے ایک مکان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اقامت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا (کتاب الوفا)

یہ ہی وہ عظیم مسکنِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جسے بعد میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بننے کا شرف حاصل ہوا اور یوں یہ کائنات کے تمام ذرّوں سے زیادہ فضیلت والا ٹکڑا بنا......

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ عظیم الشان حجرہ جسے علم وحکمت کے مخزن کی حیثیت حاصل تھی اور جس نے بعدازاں دنیا بھر کی درسگاہ کا مثالی کردار ادا کیا، اُس کی ظاہری حالت اور مادّی حیثیت کیا تھی، اس حوالے سے تحقیق نگاروں نے لکھا ہے کہ حجرے کی دیواروں پر مٹی کا لیپ تھا، طول وعرض چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھا، کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے چھت تیار ہوئی تھی، چھت پر ایک کمبل ڈالا گیا تھا کہ بارش کے اثرات سے بچاؤ ہو سکے، چھت کی بلندی اتنی تھی کہ کھڑے ہو کر چھت کو ہاتھ لگانا کوئی مشکل نہ تھا (طبقات ابن سعد)...... زمین کا فرش قالین سے آراستہ نہیں تھا، ایک پٹ کا ساگوان کا بنا ہوا دروازہ تھا جو کبھی بند نہ ہوا (صحیح بخاری/مسند احمد)...... چنانچہ اُس پر ایک کمبل پردے کے طور پر ڈالا گیا

تھا، ایک بالا خانہ بھی اسی حجرے سے ملحق تھا جس کو مشربہ کہا جاتا تھا، بسا اوقات خلوت گزینی کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مشربے میں بھی قیام فرماتے تھے (سنن ابی داؤد/ طبقات ابن سعد)

یہ تھا کائنات کی سب سے عظیم اور مقدس ہستی کا نعمت کدہ جہاں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیاہ کر آئیں تھیں، یہ تھا اُس عظیم دلہن کا گھر کہ زمین و آسمان پر جن کی شادی کا جشن منایا گیا، اور جنہیں عرش سے جبرئیل امین سلامی دینے آئے، اس عظیم حجرے کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغربی رُخ پر کچھ اُس طرح واقع تھا کہ گویا مسجد نبوی اس کا صحن بن گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی دروازے سے ہوکر مسجد میں داخل ہوتے، جب مسجد میں معتکف ہوتے تو سرِ مبارک حجرے کے اندر کر دیتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالوں کے اندر کنگھا کر دیتیں (صحیح بخاری) بسا اوقات آپ مسجد میں بیٹھے بیٹھے حجرے کے اندر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مانگ لیتے (صحیح بخاری)

مسجد کا صحن چونکہ حجرے کے بالکل سامنے تھا لہٰذا حجرے سے ہی مسجد و محراب کا نظارہ ہوسکتا تھا، محراب سے حجرے کا فاصلہ آٹھ یا نو ہاتھ یا سترہ گز تھا، جس ہستی کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے لوگ میلوں کا سفر کر کے پہنچتے تھے، جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ رشک کرتے تھے اور جس کے علوِ مرتبت اور شرف و مقام کو دیکھنے کی آرزو میں گردنیں تھک جاتیں تھیں، حسن و خوبصورتی کا وہ ماہ تاباں حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زینت تھا، جب تک ماہتاب رسالت حجرے میں رہتے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھیں اُنہیں تکتی رہتیں اور جب یہ ماہِ کامل مسجد نبوی میں نمودار ہوتا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عقیدت مند نگاہیں اب حجرے سے منبر پر مرکوز ہوجاتیں، یوں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مستقل دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل کرتی رہتی تھیں......

گھر کا سامان:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کردہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک چارپائی،

...چٹائی، چمڑے کا ایک بستر، ایک تکیہ جس میں روئی کے بجائے چھال بھری تھی، آٹا و کھجور رکھنے کے لیے دو مٹکے، پانی کے لیے ایک برتن، پانی پینے کے لیے ایک پیالہ، یہ تھا کل اثاثہ اُس گھر کا جسے تمام کائنات کے لیے منارۂ نور بننا تھا (شمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از علامہ یوسف نبہانی)

یہ وہ گھر تھا جو حقیقتاً تو منبع انوار تھا لیکن ظاہراً راتوں کو چراغ جلانا بھی صاحب خانہ کی معیشت پر بار تھا، اسی مسکن انوار کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور گھر میں چراغ روشن نہیں ہوتا تھا (صحیح بخاری)

محقق فدا حسین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں موجود ساز و سامان کی بابت لکھتے ہیں کہ ام المومنین کے رہائشی حجرے میں سامان ہی کیا تھا، ایک دیا جو تیل نہ ہونے کی وجہ سے کئی کئی دنوں تک نہیں جلتا تھا، چند ایک گھریلو استعمال کے برتن تھے اور ایک کھردرے بوریے نے فرش ڈھانپ رکھا تھا، اس سے ان کے جملہ دنیاوی اثاثوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے......

(Wives Of Prophet, Fida Hussain)

امورِ خانہ داری:

جس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونق افروز ہوئیں تو ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاصی ضعیف ہو چکی تھیں، اُن کا امورِ دنیا سے کوئی تعلق نہ رہا تھا، بعض روایات کے مطابق گھر میں دو جوان صاحبزادیاں (یعنی سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور بعض کے مطابق صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود تھیں، سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن حارثہ کی اہلیہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی گھر میں مقیم تھے، اس طرح اُس وقت کاشانۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کل

آٹھ نفوس رہائش پذیر تھے......

اسی کاشانے میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک علیحدہ حجرہ رہنے کو مل گیا جسے سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، کچھ دنوں کے بعد بریرہ نام کی ایک خادمہ کا بھی اضافہ ہو گیا تھا (صحیح بخاری)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے حجرے کو لیپ پوت کر درست کیا، دروازوں میں پردے ڈالے، بیٹھنے کے لیے فرشی گدوں اور تکیوں کا انتظام کیا، مختصر یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی زندگی میں جو کچھ آپ کے شایان شان تھا وہ منگوایا......

ایک بیوی کے لیے سب سے اہم چیز اُس کے شوہر کی پسندیدگی اور خوشی ہوتی ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدگی اور خوشی کا ہر وقت خیال رکھتی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ تھیں لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر نہیں پڑتا تھا بلکہ سب سے زیادہ آپ ہی کو یہ شرفِ خدمت حاصل تھا، احادیث کی معتبر کتب اس امر کی شاہد ہیں کہ گھر میں اگرچہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور خادمہ موجود تھیں لیکن:

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کام خود کرتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ آٹا پیستی اور گوندھتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ کھانا بھی خود ہی پکاتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر اپنے ہاتھوں سے بچھاتی تھیں (شمائل ترمذی)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وضو کا پانی لا کر رکھتی تھیں (مسند امام احمد)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھا کرتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر عطر ملتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں (صحیح بخاری)

☆ سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور پانی آپ کے سرہانے رکھتی تھیں (مسند احمد)

☆ گھر میں کوئی مہمان آتا تو مہمان نوازی کی خدمت بھی آپ ہی انجام دیتیں (سنن ابی داؤد)

☆ جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتکف ہوتے تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت گزاری میں اس وقت بھی کمی نہ آتی تھی، چونکہ آپ کا حجرہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا اور حجرے کی دیوار کے قریب ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہوتا تھا (اُس جگہ کا نام اب "اسطوانہ سریر ہے) وہاں ایک کھڑکی تھی جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اعتکاف گاہ سے سر مبارک اُن کی طرف کر دیتے اور وہ آپ کے سر میں کنگھی کر دیتیں (صحیح بخاری/صحیح مسلم)

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے گھر کے کام میں مشغول دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میری امداد فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کے اونٹ جب ہدیہ کر کے مکہ مکرمہ بھیجے جاتے تھے تو میں اُن کے گلے میں ڈالنے کے لیے ہار بنا دیا کرتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے وہ ہار لے کر اونٹوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے اور انہیں خانۂ کعبہ کی طرف بھیج دیا کرتے تھے (صحیح بخاری)

گذر بسر:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر ایک سربراہ مملکت کا گھر تھا لیکن اس گھر کی شان ہی نرالی تھی، یہاں فقر و عسرت کا دور دورہ تھا، حالانکہ ۱۱ھ میں سارا عرب مسخر ہو چکا تھا اور تمام صوبوں سے بیت المال میں خزانے کے خزانے لدے چلے آتے تھے تاہم جس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اُس روز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان بھی نہ تھا (جامع ترمذی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خانۂ نبوی میں قیام کے بعد تمام عمر (یعنی ہجرت مدینہ سے لے کر وصال تک) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی دو وقت سیر ہو کر کھانا کھاتے نہیں دیکھا (شمائل ترمذی)

مذکورہ بالا روایات یہ امر واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خانۂ نبوی میں کس طرح کی زندگی گزاری ہوگی، حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس عظیم الشان دین کی تکمیل اور تبلیغ کے لیے تشریف لائے تھے اُس کے فرائض خانہ داری کے مروجہ امور سے کہیں بالاتر تھے، یہ ہی وجہ ہے کہ خانہ داری کے بہت سے معاملات تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہ راست کوئی سروکار نہ تھا، تاہم ازواج مطہرات اور مہمانوں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علامہ شبلی نعمانی)

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ ہوزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی انتظام کا کیا حال تھا؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کاروبار میرے سپرد تھا اور آغاز سے اخیر زمانۂ وفات تک میرے ہاتھ میں رہا، معمول تھا کہ جب کوئی نادار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھے ارشاد ہوتا میں جا کر کہیں سے قرض لاتا اور اس کے کھانے کپڑے کا انتظام کر دیتا (سنن ابی داؤد)

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سالانہ مصارف کے لیے بھی وظائف مقرر کر دیے تھے جو 80 وسق چھوہارے اور 20 وثق جَو کی صورت میں آپ کو ملا کرتے تھے، لیکن آپ کی فیاضی اور جود وسخا کی وجہ سے سال بھر کے لیے یہ سامان کبھی کافی نہ ہوا اور اکثر کھجور اور پانی پر ہی گزارا ہوا کرتا تھا۔

(سنن ابی داؤد)

اس عسرت کی زندگی کے باوجود آپ کی گھریلو زندگی نہایت خوشگوار اور پُر اطمینان زندگی تھی......